سیر و سوانح

حنبلی فقیہ شیخ موفق الدین ابن قدامہ مقدسیؒ

مولانا احتشام الحق قاسمی

ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک ہی خاندان میں ایک لمبے عرصے تک بیشمار ماہرین علم وتحقیق اور فن وادب پیدا ہوئے ہوں اور انھوں نے مختلف میدانوں میں اپنی علمی وفکری صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہوں۔ خاندان "ابن قدامہ" ایسے ہی نامور خاندانوں میں سے ایک ہے۔ اس خانوادہ کا تعلق اصلاً فلسطین کے ایک گاؤں سے تھا مگر چھٹی صدی ہجری میں صلیبی استبداد کے بعد اس کے بیشتر افراد نے ہجرت کرکے دمشق کو اپنا مستقل مسکن بنالیا تھا۔ اس سے تعلق رکھنے والے بیشتر افراد فقہ، اصولِ فقہ، حدیث، لغت، تصوف، علم حساب، علم نجوم، فن تاریخ وانساب، قضا اور تدریس وتالیف کے میدان میں مشہور ہوئے۔ مگر ان کی اصل شہرت فقہ حنبلی کی خدمت کی بنا پر ہے۔ ان میں سے تقریباً سبھی علماء حنبلی تھے۔ انھوں نے اس مسلک میں بیسیوں قابل قدر تصانیف پیش کیں جن میں سے کئی آج تک مقبول ومتداول ہیں۔ اس عظیم خانوادے میں سب سے ممتاز شخصیت علامہ موفق الدین ابن قدامہؒ کی ہے۔

نام ونسب

ان کا مکمل نام ونسب اس طرح ہے عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن مقدام بن نصر بن عبداللہ بن حذیفہ بن محمد بن یعقوب بن قاسم بن ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ بن محمد بن سالم بن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب عدوی قریشی۔ کنیت ابن قدامہ اور ابو محمد ہے اور لقب

مُوفق الدین - اپنے لقب مُوفق الدین اور کنیت ابن قدامہ ہی سے انھوں نے زیادہ شہرت حاصل کی۔

ولادت

ملک فلسطین کے قصبۂ نابلس کے گاؤں جمّاعیل (جیم کے زیر اور میم پر تشدید کے ساتھ) میں شعبان ۵۴۱ھ / ۱۱۴۶ء میں شیخ مُوفق الدّین ابن قدامہ کی پیدائش ہوئی۔ ان کا سارا خاندان علم و تقویٰ کی قیمتی دولت سے مالا مال تھا۔ ان کے والد شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن قدامہ زبردست عالم اور بڑے زاہد تھے اور ایک عرصے تک جمّاعیل کے خطیب بھی رہے تھے۔

تعلیم و تربیت اور اسفار

۵۴۹ھ میں جمّاعیل اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر صلیبیوں کے قبضے کے دو سال بعد ۵۵۱ھ میں شیخ مُوفق الدّین جو اس وقت دس سال کے تھے اپنے والد اور اہل خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے دمشق چلے آئے اور مسجد ابوصالح کے مشرقی دروازے کے پاس قیام کیا۔ پھر دو سال بعد دمشق کے گاؤں صالحیہ[۵] (جو جبل قاسیون[۶] کے ڈھلان پر آباد ہے) میں منتقل ہوگئے۔ اس دوران وہ حفظ قرآن کریم اور حصول مبادیٔ علوم و فنون اور مختصر خرقی کو یاد کرنے میں لگے رہے۔ ان کے والد شیخ احمد ان کے سب سے پہلے استاذ تھے اور ان کے ہم درسوں میں ان کے بڑے بھائی ابوعمر (م: ۶۰۷ھ) خالہ زاد بھائی عبدالغنی بن عبدالواحد (م: ۶۰۰ھ) اور عمادالدین ابراہیم بن عبدالواحد (م: ۶۱۴ھ) شامل تھے۔ پھر شیخ مُوفق نے دمشق کے اساتذہ ابوالمکارم محمد بن مسلم بن حسن بن ہلال ازدی (م: ۵۶۵ھ) اور ابوالمعالی عبداللہ بن عبدالرحمٰن (م: ۵۷۶ھ) سے استفادہ کیا۔

وہ بیس سال کی عمر تک مستقل طور پر طلب علم اور اصلاح نفس میں لگے رہے پھر ۵۶۰ھ اور ۵۶۱ھ کے درمیان انھوں نے اپنے خالہ زاد بھائی شیخ عبدالغنی کی رفاقت میں بغداد کا علمی سفر کیا اور کچھ عرصہ مدرسہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م: ۵۶۱ھ) میں رہ کر ان سے مختصر الخرقی کو بالاستیعاب پڑھا۔ وہ اس کتاب کو قیام دمشق کے زمانے ہی میں یاد کر چکے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے انتقال کے بعد فقیہ عراق ابوالفتح نصر بن فتیان بن مطر نہروانی مشہور بہ ابن المنّی (م: ۵۸۳ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان سے مسلک امام احمد بن حنبل، اختلافی مسائل اور علم اصول حاصل کیا اس کے بعد بغداد میں اپنے چار سالہ قیام کے دوران میں انھوں نے مرجع عراق

ہبۃ اللہ حسن بن ہلال دقاق (م : ۵۶۲ھ) ابو الفتح محمد بن عبد الباقی معروف بہ ابن بطی بغدادی (م: ۵۶۴ھ) فقیہ وواعظ اور ادیب ابو الحسن مہذب الدین سعد اللہ معروف بہ ابن الدجاجی (م : ۵۶۴ھ) فقیہ ومؤرخ ابو الفضل احمد بن صالح (م: ۵۶۵ھ) محدث ابو طالب مبارک بن خضر (م: ۵۶۲ھ) ابوبکر عبد اللہ بن محمد (م: ۵۶۵ھ) اور فخر النساء شہدہ بنت ابو نصر احمد بن الفرج دینوری بغدادی (م: ۵۷۴ھ) جیسی نادر روزگار شخصیات سے اکتساب فیض کیا۔

ابن الجوزی کے بقول شیخ موفق الدین نے ۵۶۷ھ میں بھی بغداد کا ایک سفر کیا تھا۔[۸] پھر ۵۷۴ھ میں انھوں نے حج ادا کیا اور اس دوران میں حرم کے امام حنابلہ ابو محمد مبارک بن علی (م: ۵۷۵ھ) سے استفادہ کیا۔ پھر عراق کے وفد کے ساتھ بغداد آئے اور وہاں ایک سال اور قیام کیا اور شیخ ابن المنیٰ سے مستفید ہوتے رہے۔ ایک سال بعد جب وہاں سے لوٹنے لگے تو شیخ ابن المنیٰ نے کہا کہ بغداد کو تمھاری سخت ضرورت ہے اس لیے یہیں رہو۔ کیونکہ یہاں تم جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔[۹] مگر شیخ موفق الدین نے اسے مناسب نہ سمجھا اور دمشق آ کر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔

درس وتدریس اور تلامذہ

بغداد سے دمشق واپسی کے فوراً بعد شیخ موفق الدین نے تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا چنانچہ ابو القاسم عمر بن حسین بن عبد اللہ خرقی بغدادی (م: ۳۳۴) کی کتاب مختصر خرقی کی طویل ترین شرح "المغنی" کے نام سے تصنیف کرنے کے ساتھ ساتھ وہ طلبہ کو فجر بعد سے چاشت تک اور ظہر بعد سے عصر تک اور عصر سے مغرب تک حدیث فقہ یا اپنی تصانیف کا درس دیتے۔ اپنی تصانیف کے علاوہ انھوں نے خاص طور "مختصر الخرقی" اور" الہدایہ کی تعلیم بھی دی۔[۱۰]

لاتعداد تشنگان علم ان کے علم وفضل سے سیراب ہوتے اور بعد میں چل کر وہ خود علم وادب کے مختلف میدانوں میں ممتاز حیثیت کے مالک ہوئے۔ ان کے بیشمار شاگردوں میں ان کے بھانجے قاضی القضاۃ شمس الدین عبد الرحمٰن بن ابو عمر (م: ۶۸۲ھ) بہاء الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم مقدسی (م: ۶۲۴ھ) اور مشہور مؤرخ شہاب الدین ابو القاسم دمشقی (م: ۶۶۵ھ) کا نام خاص طور پر آتا ہے۔

مشاغلِ حیات

شیخ موفق الدین نے اپنی ساری زندگی حصولِ علم، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف ہی میں صرف کر دی۔ علمی استعداد، ذہانت وبصیرت اور مقبولیت کے اعتبار سے اگر وہ چاہتے تو کوئی نہ کوئی اعلیٰ عہدہ ضرور حاصل کر سکتے تھے۔ مگر طبیعت کے استغنا اور دین کی خدمت کے جذبہ کی وجہ سے اس طرف انھوں نے بالکل توجہ نہیں کی اور ساری عمر اسلامی علوم وفنون کی خدمت اور ان کی ترویج واشاعت میں لگے رہے۔

۶۰۷ھ میں شیخ ابوعمر خطیب جامع مظفری واقع بہ جبل قاسیون کے انتقال کے بعد جامع مظفری کی خطابت کی ذمہ داری شیخ موفق الدین ہی کو سونپی گئی۔ اگر وہ کہیں جاتے تو ان کی عدم موجودگی میں سابق امام ابوعمر کے بیٹے شرف الدین عبداللہ (م:۶۴۳ھ) ان کی نیابت کرتے[۱۵] اور اگر شیخ موفق دمشق میں ہوتے تو جامع دمشق کے حنبلی محراب کی امامت وخطابت وہی فرماتے اور یہاں پر ان کی عدم موجودگی میں شیخ عماد امام وخطیب تھے۔ شیخ عماد کی وفات کے بعد ابوسلیمان بن حافظ عبدالغنی محراب حنبلی کی نیابت کرنے لگے تھے۔

کردار و بزرگی

شیخ موفق متناسب قد، گورے رنگ، سرخ چہرے، کشادہ پیشانی، کھڑی ناک، لمبی داڑھی، جھکی ہوئی بھنووں اور نحیف جسم کے حامل تھے[۱۶] خاموش طبع تھے۔ ان کی شخصیت باوقار اور چہرہ نورانی تھا۔ ان کے معاصر ابن الجوزی کے بقول کوئی بھی ان کو دیکھتا تو اسے ایسا لگتا کہ کسی صحابی کو دیکھ رہا ہے[۱۷] وہ صاحب کشف و کرامات تھے۔ ان کے نزدیک امرا وسلاطین کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ ایک مرتبہ ملک عزیز بن عادل مدرسہ عزیزیہ ان سے ملاقات کی غرض سے آئے شیخ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے نہایت ہی اطمینان کے ساتھ نماز مکمل کی اور کسی قسم کی بیچینی کا اظہار نہ کیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ نماز مکمل کرنے کے بعد بادشاہ سے ملاقات کی[۱۸]

ابن الجوزی نے اپنی کتاب مرأة الجنان میں ان کی عجیب وغریب کرامات کا ذکر کیا ہے۔ بزرگوں کے اس نوعیت کے واقعات سوانح کی کتابوں میں ملتے ہیں، لیکن ان سب کی تصدیق کرنا آسان نہیں ہے۔ مشہور مصری ادیب عبدالقادر بدران نے مقدمۃ المغنی میں مختلف کتابوں کے حوالے سے علامہ ابن قدامہ کی جو کرامات نقل کی ہیں ان کے مطابق انھیں پانی پر بھی چلنے کی قدرت حاصل تھی[۵۴]

معمولات

شیخ مُوفق کی مجالس ہمیشہ فقہاءِ کرام، محدثین عظام اور اہل علم وتقویٰ سے پرہوتیں اور اس میں علمی ومذہبی بحثیں ہوتی رہتیں[۵۵] باوجود ان تمام تدریسی، تالیفی اور مجلسی مصروفیات کے ان کا معمول یہ تھا کہ روزانہ قرآن کا ساتواں حصہ تلاوت فرماتے اور مسجد میں فرض نمازوں کی امامت کے بعد اتباعِ رسول کی خاطر سنتیں گھر آکر ہی ادا کرتے[۵۶]

ایک عجیب معمول ان کا یہ تھا کہ وہ ہمیشہ اپنی پگڑی میں ریت سے بھری ایک پڑیا ضرور رکھتے تاکہ فتویٰ یا اجازہ لکھا جائے تو اس سے تحریر کو خشک کیا جا سکے۔ ایک مرتبہ اتفاقاً کسی محفل میں ان کی پگڑی کھل کر گر گئی اور کسی کھلنڈرے شخص نے اس کو پکڑ لیا شیخ مُوفق نے اس کو لپک کر اٹھالیا شیخ مُوفق نے اس سے کہا بھائی اس میں جو پڑیا ہے وہ رکھ لو اور عمامہ مجھے دے دو تاکہ میں باندھ لوں۔ اس شخص نے جب دیکھا کہ پڑیا وزنی ہے تو سمجھا کہ اس میں سونا یا چاندی ہے اور پگڑی انھیں واپس کردی[۵۷] یہ خوبصورت اور دلچسپ انداز شیخ مُوفق کی بے پناہ ذہانت اور ذکاوت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

وہ روزانہ عشاء کی نماز کے بعد رصیف ودرب دواجی[۵۸] میں واقع گھر کی طرف لوٹتے ہوئے کچھ مساکین وغرباء کو اپنے ساتھ ضرور لے جاتے اور ان کو رات کا کھانا کھلاتے۔ ان کا اصل گھر قاسیون میں تھا[۵۹] چنانچہ بعض اوقات بعد نمازِ عشاء ادھر بھی نکل جاتے۔

صلیبیوں کے خلاف جہاد میں شرکت

جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۸۳ھ میں فلسطین کی ارضِ مقدسہ کو صلیبیوں سے پاک کرنے کی غرض سے اسلامی لشکر تیار کیا تو شیخ مُوفق اور ان کے بڑے بھائی ابوعمر

اوران کے خاندان کے نوجوان مجاہدین کی صفوں میں شامل تھے۔ اس وقت شیخ موفق کی عمر بیالیس سال اور شیخ ابوعمر کی عمر پچپن سال تھی۔ ان دونوں کا اوران کے خاص شاگردوں کا ایک مخصوص خیمہ بھی تھا جس میں سے وہ مجاہدین کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلتے[۲۱] سلطان صلاح الدین ان دونوں بزرگوں کی بڑی عزت وتکریم فرماتے۔ ان کے بعد شیخ موفق کو ملک عبدالعزیز بن ملک عادل کے یہاں اس سے زیادہ عزت واحترام ملا۔

وفات

یکم شوال ۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء میں اسی سال کی عمر میں شیخ موفق الدین نے اس دارفانی سے رحلت کی[۲۲] ان کا انتقال دمشق ہی میں ہوا۔ سنیچر کے روز نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں خلق کے ایک جم غفیر نے شرکت کی۔ پھر ان کی تدفین قاسیون میں ہوئی۔ بعد میں ان کی قبر نے ایک زیارت گاہ کی شکل اختیار کرلی[۲۳] اور "روضہ" کے نام سے مشہور ہوئی کیونکہ شیخ موفق کی وہاں پر تدفین کے بعد آس پاس کے پہلے سے دفن شدہ لوگوں کو خواب میں دیکھا گیا تو ان لوگوں نے بیان کیا کہ ہم پہلے عذاب کی سخت تکلیف میں تھے مگر جب سے شیخ موفق ہمارے پاس دفن ہوئے ہماری قبریں جنت کی کیاریوں جیسی ہوگئی ہیں[۲۴]۔

ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں ان کی وفات کے وقت دیکھے گئے مختلف علماء وصالحین کے خواب ذکر کئے ہیں۔ اسماعیل بن حماد کاتب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے عیدالفطر کی رات دیکھا کہ مصحف عثمانی آسمان کی طرف بلند ہوتا جارہا ہے۔ اس سے میں نے اپنے اندر ایک عجیب طرح کا غم محسوس کیا چنانچہ عید کے دن شیخ موفق کا انتقال ہوا[۲۵]۔

عبدالرحمن بن محمد علوی کا بیان ہے میں نے عید کے دن خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور وہ قاسیون میں دفن کیے گئے ہیں۔ اس سے قبل عید کی رات جب ہم جبل بنی ہلال میں تھے۔ وہاں سے دیکھا کہ قاسیون میں زبردست روشنی ہورہی ہے۔ ہم نے سمجھا کہ شاید دمشق میں آگ لگ گئی ہے۔ گاؤں والے بھی نکل کر اس منظر کو دیکھنے لگے پھر عید کے دن شیخ موفق کی وفات کی خبر ملی[۲۶]

حسان قرن سابع جمال الدین ابوزکریا یحییٰ بن یوسف انصاری صرصری (م: ۶۵۶ھ)

نے شیخ موفق کی مدح میں ایک طویل لامیہ قصیدہ کہا جس میں ان کی اور ان کی تصانیف وخدمات کی تعریف کی ہے اس کے کچھ اشعار یہ ہیں :

وفی عصرنا کان الموفق حجۃ — علی فقھہ ثبت الاصول معوّل
کفی الخلق بالکافی واُقنع طالبا — بمقنع فقہ عن کتاب مطوّل
واُغنی بمغنی الفقہ من کان باحثا — وعمدتہ من یعتمدھا یحصّل
وروضتہ ذات الاصول کروضۃ — اُماست بھا الاُزھار انفاس شمأل
تدلّ علی المنطوق اُوفی دلالۃ — وتحمل فی المفھوم احسن محمل[۲۷]

پسماندگان

شیخ موفق الدین کو ان کی اہلیہ مریم بنت ابوبکر بن عبداللہ بن سعد مقدسی سے تین بیٹے ابوالفضل محمد، ابوالمجد عیسیٰ، اور ابوالعزیحییٰ اور دو بیٹیاں صفیہ وفاطمہ تولد ہوئیں مگر تینوں بیٹے علامہ کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔ دوسرے بیٹے عیسیٰ سے دو بیٹے پیدا ہوئے مگر وہ دونوں لاولد انتقال کر گئے۔ اس طرح شیخ موفق کی نسل کا سلسلہ منقطع ہو گیا مگر ان کی کاوشیں اور اعلیٰ خدمات تا قیامت ان کے ذکر کو باقی رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

تصانیف

شیخ موفق کی شخصیت ہمہ جہت ہے وہ ایک زبردست فقیہ، مورخ، محدّث، صوفی، مناظر، قرآنی علوم، علم انساب، فلکیات کے ماہر اور عربی زبان کے عمدہ شاعر تھے انھوں نے اپنی بیشمار مصروفیات کے باوجود اپنے پیچھے تقریباً تیس سے زائد جلیل القدر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا جو فقہ، اصول فقہ، حدیث، انساب وتراجم، لغت، اصول دین، اور زہد وتصوف سے متعلق ہیں ان میں سے صرف المغنی دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، الکافی چار جلدوں پر اور المقنع تین جلدوں پر اس کے علاوہ دوسری تصانیف بھی کافی ضخیم اور اپنی منفرد علمی اہمیت کی حامل ہیں۔

شیخ موفق کی فقہ سے متعلقہ تصانیف: (۱) "العمدہ فی الفقہ": فقہ حنبلی کے موضوع پر تحریر شدہ ایک مختصر سی کتاب ہے جو مبتدئین کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس میں حنبلی مسلک کے

قول راجح کو ہی بیان کیا گیا ہے۔ اختلافی مسائل اور ادلّہ سے بالکل بحث نہیں ہے۔ مصنف کا انداز یہ ہے کہ وہ ہر باب کو حدیث صحیح سے شروع کرتے ہیں اور پھر مسائل اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ سب کے سب اسی حدیث کی فروعات نکلتے ہیں۔ یہ کتاب مصر سے کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کے متن کی نفاست اور اختصار کے پیش نظر شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کی شرح لکھی تھی۔ اس کے علاوہ شیخ مُوفق ہی کے شاگرد بہاء الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم مقدسی (م: ۶۲۴ھ) جنھوں نے شیخ سے براہ راست ان کے اغراض و مقاصد کو سمجھا تھا نے "العدّۃ" کے نام سے شرح لکھی۔ یہ شرح دار المعرفۃ بیروت سے ۱۹۹۲ء میں خلیل مامُون شیحا کی تعلیق و تخریج کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ **المقنع فی الفقہ**: فقہ حنبلی میں ایک متوسط درجہ کی کتاب ہے۔ مکتبہ ریاض الحدیثۃ سے ۱۹۸۰ء میں تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر مسائل میں فقہ حنبلی کی دو روایتوں کو نقل کیا گیا ہے۔ تاکہ طالب علم کو ترجیح روایات کی مشق حاصل ہو اور دلیل کی طرف میلان کی تربیت ہو۔

سب سے پہلے مصنف کے بھتیجے شیخ عبد الرحمٰن بن عمر (م: ۶۸۲ھ) نے اس کتاب کی شرح لکھی اور اس میں زیادہ تر مواد مصنف ہی کی دوسری تصنیف المغنی سے لیا اور جو فروعات و وجوہات اور روایات اس میں بھی نہ ملیں ان کے لیے دوسری کتابوں سے رجوع کیا اور ساتھ ہی ان احادیث کو بھی پیش کیا جو المغنی میں نہیں تھیں۔ اس شرح کا نام انھوں نے "الشافی" رکھا تھا مگر زیادہ طوالت کی بنا پر وہ "الشرح الکبیر" کے نام سے مشہور ہوئی اور آج بھی مقبول و متداول ہے۔

۳۔ **الکافی فی الفقہ**: یہ "المقنع" سے زیادہ وسیع کتاب ہے اور فروعات مسلک حنبلی ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں مسائل کے ساتھ ساتھ ادلّہ سے بھی بحث ہے جو طلبہ کو عمل بالدلیل سکھاتی ہے۔

۴۔ **المغنی**: اس کا شمار فقہ حنبلی کی مبسوط کتابوں میں ہوتا ہے۔ دس جلدوں میں مطبع دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس سے قبل سید رشید رضا مصریؒ نے قاہرہ سے ۱۳۴۸ھ میں اسے بارہ جلدوں میں شائع کیا

تھا۔ یہ کتاب ابوالقاسم عمر بن حسین بن عبداللہ خرقی بغدادی (م: ۳۳۴ھ) کی کتاب "مختصر الخرقی" کی شرح ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے حنبلی مسلک کے ساتھ ساتھ دوسرے مسالک سے بھی بحث کی ہے اور جہاں اپنے مسلک کو فوقیت دی اس کے لیے دلیل فراہم کی ہے۔ مصنف سے علماء کی ایک بڑی تعداد نے اس کتاب کو پڑھا تھا۔ (م: ۸۵۰ھ)

شیخ عزالدین ابن السلام شافعی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: "اسلامی کتابوں میں ابن حزم کی المحلی اور موفق الدین ابن قدامہ کی المغنی سے بہتر کوئی اور کتاب میری نظر سے نہیں گذری اور میں اس وقت تک کسی مسئلہ میں فتویٰ دینا مناسب نہیں سمجھتا جب تک کہ میں المغنی اور مختصر الخرقی کو نہ دیکھ لوں۔"

مصنف نے اس کتاب میں صحابہ وتابعین اور مشاہیر علماء کے اقوال بیان کیے ہیں اور ساتھ ہی ان کے دلائل بھی پیش کیے ہیں اور جن مسائل میں وہ مسلک حنبلی کو ترجیح دیتے ہیں ان جگہوں پر وہ دوسرے مسالک کی تنقیص نہیں کرتے۔ وہ مسائل میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے دوسرے موقف کے سلسلہ میں نہ طنز وتعریض سے کام لیتے ہیں اور نہ دوسرے مسلک کے دلائل ہی کو نظر انداز کرتے ہیں۔ وہ دوسرا موقف بھی بلا کم وکاست بیان کر دیتے ہیں۔ اس کتاب کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ اس میں تمام اہم مسائل میں سبھی فقہاء مجتہدین کے مسالک کی تلخیص کر دی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب بہت سی دوسری فقہی کتابوں سے بڑی حد تک بے نیاز کر دیتی ہے اور اسی طرح دلائل، سنن وآثار، مذاہب صحابہ وتابعین اور اختلافی واجماعی مسائل کے ادلّہ سے واقفیت بھی اس کتاب سے ہو جاتی ہے۔

ان گوناگوں خوبیوں کی بنیاد پر یہ کتاب آج بھی بے حد مقبول ومتداول ہے نہ صرف مسلک حنبلی کے متبعین میں بلکہ دوسرے اہل مسالک میں بھی حتیٰ کہ ہندوستان کے فقہ حنفی کے سخت ترین حامی مدارس میں بھی فتاویٰ نویسی کی مشق کراتے وقت طلبہ کو اس کتاب کے مطالعہ کی ہدایت کی جاتی ہے۔

۵۔ مختصر الهدایه: فقہ حنبلی کی "الہدایہ" نامی کتاب کا اختصار ہے۔ جس کے مصنف شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے استاذ ابوالخطاب محفوظ بن احمد بن حسن کلوازانی بغدادی (م: ۵۲۰ھ) تھے۔

۶۔ مناسك الحج (ایک جلد میں حج سے متعلق مسائل بیان ہوئے ہیں)

(۷) ذمّ الوسواس (ایک جلد میں)
(۸) مقدمۃ فی الفرائض : جیسا کہ نام سے ظاہر ہے موضوع علم فرائض ہے۔
(۹) مجموعۃ فتاویٰ
اس کے علاوہ دیگر مسائل پر مختلف رسائل یہ ہیں۔
اصول فقہ میں:
(۱) روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل : یہ کتاب حنبلی اصول فقہ سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے اصول فقہ اور اس میں اختلاف کو بیان کیا ہے۔ پھر قول مختار کی دلیل اور مخالفین کے جوابات بھی بیان کرتے ہیں۔

مقدمہ کے بعد انھوں نے اس کتاب میں آٹھ ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلا باب حکم کی حقیقت اور اس کی اقسام دوسرا باب اصولوں کی تفصیل وہ: کتاب، سنت، اجماع اور استصحاب ہیں تیسرا باب مختلف فیہ اصول چوتھا تقسیم کلام واسماء، پانچواں امر و نہی، عموم واستثناء، شرط، نص کے الفاظ کے اشاروں اور معانی سے اصل مراد کو کس طرح سمجھا جائے گا، چھٹا قیاس سے متعلق ہے، ساتواں باب مجتہد اور مقلد سے متعلق ہے۔ آٹھویں باب میں ترجیحات ادلۂ متعارضہ کو بیان کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اصول فقہ کے میدان میں منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ مکتبہ ریاض الحدیثہ سے شیخ عبدالقادر بدران دمشقی (م: ۱۳۴۶ء) کی شرح نزھۃ الخاطر والعاطر کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ دارالکتب العربی سے بھی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔ اس نسخہ کی ضخامت ۳۶۲ صفحات کی ہے۔

اصول دین میں:
۱۔ البرھان فی مسئلۃ القرآن (ایک جلد میں)
۲۔ جواب مسئلۃ وردت من صرخد فی القرآن (ایک جلد میں)
۳۔ لمعۃ فی الاعتقاد (ایک جلد میں) کئی بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔
۴۔ مسئلۃ العلوّ (دو جلدوں میں)
۵۔ ذم التاویل (ایک جلد میں)

(۶) کتاب القدر (دو جلدوں میں)
(۷) رسالۃ الی الشیخ فخر الدین ابن تیمیہؒ فی تخلید اھل البدع فی النار
(۸) مسألۃ فی تحریم النظر فی کتب أھل الکلام
(۹) کتاب صفۃ العلق

لغت وانساب وتراجم میں:
(۱) قنعۃ الاریب فی الغریب (چھوٹی سی جلد میں)
(۲) التبیین فی نسب القرشیین (ایک جلد میں۔ اس کا مخطوطہ دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔)
(۳) الاستبصار فی نسب الانصار (ایک جلد میں۔ اس کا مخطوطہ بھی دار الکتب المصریہ ہی میں موجود ہے)
(۴) فضائل الصحابہ (دو جلدوں میں) شائد اسی کا دوسرا نام منہاج القاصدین فی فضائل الخلفاء الراشدین ہے۔[۱۲۱]

حدیث میں:
(۱) مختصر علل الحدیث: ایک ضخیم جلد میں۔ اصل کتاب "علل الحدیث" کے مصنف ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون الخلال (م: ۳۱۱ھ) ہیں۔ یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل تھی شیخ موفق نے ایک ضخیم جلد میں اس کا خلاصہ کیا۔
(۲) مختصر فی غریب الحدیث
(۳) کتاب التوابین (دو جلدوں میں)

زہد ورقائق اور صوفیاء کے بارے میں:
(۱) کتاب الرقۃ والبکاء (دو جلدوں میں)
(۲) کتاب المتحابین فی اللہ (دو جلدوں میں صالحین کی زندگی اور ان کی صفات کے بارے میں)
(۳) فضائل عاشورا۔
(۴) فضائل العشر
(۵) ذم ما علیہ مدعو التصوف

(٦) ذم الموسوسین (یہ رسالہ مجموعہ رسائل منیریہ میں شائع ہوا)

شیخ مُوفق بحیثیت فقیہ

شیخ مُوفق کا اپنی فقہی خدمات کی بناء پر صرف فقہاء حنابلہ کے سرفہرست افراد ہی میں شمار نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسرے اہلِ مسلک میں بھی وہ کافی مقبول ہیں۔ ابن العماد حنبلی نے شذرات الذہب میں لکھا ہے:

"سمعت شیخنا ابابکر بن غنیمة المفتی ببغداد یقول ما أعرف أحداً فی زماننا ادرک درجة الاجتهاد الا الشیخ الموفق"	یعنی میں نے مفتی بغداد شیخ ابوبکر بن غنیمة کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارے زمانے میں بغداد میں سوائے شیخ مُوفق کے کوئی ایسا نہیں ہے جو اجتہاد کے درجہ تک پہنچا ہو۔

ابوالعباس ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

ما دخل الشام بعد الاوزاعی أفقه من الشیخ الموفق رحمه الله	شام میں امام اوزاعیؒ کے بعد شیخ مُوفقؒ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں آیا۔

شیخ مُوفق نے فقہ حنبلی کی تعلیم کے لیے ایک مکمل نصاب تیار کیا جس میں ان کی چاروں کتابیں، العمدہ، المقنع، الکافی اور المغنی شامل ہیں۔ ان کی مختصر سی کتاب العمدہ پہلے مرحلے کے لیے ہے کہ اس میں صرف راجح اقوال ہی کا ذکر کیا گیا ہے، اختلاف اور دلائل سے بحث نہیں ہے۔ تاکہ مبتدئین بغیر کسی الجھن کے راجح قول کو ذہن نشین کریں۔ پھر دوسرے مرحلے کے لیے "المقنع" ہے جو العمدہ سے کچھ وسیع ہے اس میں بیشتر مسائل میں دو اقوال نقل کئے گئے ہیں تاکہ طلبہ کی فقہی صلاحیت آگے بڑھے اور دلائل کی تحقیق کی طرف کسی قدر ان کی توجہ ہو سکے اور وہ دو اقوال میں سے ایک کو راجح قرار دے سکیں۔ تیسرے مرحلے کے لیے ان کی کتاب الکافی ہے جس میں مسائل مختلف فیہ کے ساتھ ادلّہ سے بھی بحث ہے۔ اس کے مطالعہ سے طالب علم دلائل کے ذریعہ اقوال کی صحت و ضعف کا اندازہ کرتا ہے۔ چوتھے مرحلے کے لیے انھوں نے المغنی پیش کی جو ایک طرح سے فقہ کا عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے کہ اس میں حنبلی مسلک کے ساتھ تمام اختلافی مسالک اور ان کے دلائل سے بھی بحث ہے اور ساتھ میں اقوال صحابہ و تابعین بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے

مطالعہ سے طالبعلم نہ صرف مسلک حنبلی بلکہ دیگر مسالک کے اختلاف وادلّہ سے بھی اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے۔ اس نصاب سے ہٹ کر انھوں نے مختلف اہم مسائل پر مستقل رسالے بھی تصنیف کیے اور حنبلی اصول فقہ سے صحیح طور پر روشناس کروانے کے لیے "روضۃ الناظر" نامی کتاب بھی تصنیف کی جس میں اصولوں سے بحث کے ساتھ اختلاف، راجح اقوال، مخالفین کے جوابات بھی پیش کیے۔

ابن قدامہ کی ان فقہی تصانیف نے اتنی زیادہ اہمیت حاصل کی کہ بعد میں ایک لمبے عرصے تک فقہاء حنابلہ انہی کتابوں کی شرح وتعلیق کا کام کرتے رہے۔ چنانچہ العمدہ کی بہاء الدین مقدسی نے شرح لکھی پھر علّامہ ابن تیمیہؒ نے شرح لکھی۔ شیخ عبدالرحمٰن نے "الشرح الکبیر" کے نام سے المقنع کی طویل ترین شرح لکھی۔ اس کے بعد شمس الدین محمد بن ابو الفتح بعلی (م: ۷۰۹ھ) نے "المطلع علی ابواب المقنع" کے نام سے شرح لکھی۔ بعلی ہی کے معاصر شیخ سعدالدین مسعود حارثی (م: ۷۱۱ھ) نے ایک شرح لکھی۔ ایک اور معاصر ابو المحاسن یوسف بن محمد مقدسی (م: ۷۱۹ھ) نے کفایۃ "المستقنع لادلۃ المقنع" کے نام سے شرح لکھی۔ اس کے بعد شرف الدین موسیٰ حجاوی (م: ۹۶۸ھ) نے مختصر المقنع کے نام سے المقنع کی تلخیص کی پھر اس تلخیص کی شرح منصور بن یونس بہوتی (م ۱۰۵۱ھ) نے زاد المستقنع کے نام سے لکھی۔ اس کے علاوہ ابوالحسن سلیمان مرداوی نے المقنع ہی پر ایک طویل کتاب تصنیف کی جس کا نام "الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف"، رکھا۔ اسی مصنف نے اس کا خلاصہ "التنقیح المشبع فی تحریر احکام المقنع" کے نام سے تیار کیا۔

اس تجزیے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فقہ حنبلی میں ایک طویل عرصہ تک شیخ مُوفق ہی کی تصانیف اتنی اہمیت کی حامل رہیں کہ ان کے بعد مزید مستقل تصانیف کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی بلکہ علامہ ابن قدامہ کی کتابوں کی شروح وتلخیص، ان تلخیصات کی شروح اور ان کتابوں پر حواشی ہی کا کام ہوتا رہا۔

شیخ مُوفق نے فقہ حنبلی میں اپنی تصانیف کے ذریعہ سے گرانقدر اضافہ کیا ان کے بعد آنے والے تقریباً سارے فقہائے حنابلہ نے ان کی تقلید اور پیروی کی بلکہ بعد میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں ان میں ان کتابوں سے بھر پور استفادہ کیا گیا۔ المغنی کی مقبولیت کا حال یہ ہے کہ وہ مسلکِ حنبلی کے ساتھ ساتھ دوسرے مسالک کے متبعین نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ حتی کہ شیخ

عزالدین ابن عبدالسلام باوجود شافعی فقیہ ہونے کے اس کتاب کو کتب شافعیہ پر فوقیت دیتے تھے اور اپنے فتاویٰ کے لیے اس کتاب کے مطالعہ کو لازمی سمجھتے تھے۔

شیخ مُوفق بحیثیت مناظر

شیخ مُوفق کے مختلف تذکرہ نگاروں نے ان کے بھانجے ضیاء الدین ابوعبداللہ (م: ۶۴۳ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ شیخ ہر جمعہ کو دمشق کی "مسجد بنی امیہ" میں مناظرہ منعقد فرماتے۔ جو بعد نماز جمعہ شروع ہوتا۔ اس میں مختلف علمی و مذہبی مسائل پر مناظرہ ہوتا۔ دوران مناظرہ شیخ کے ہونٹوں پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی رہتی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ حضرت تو حریف کو اپنی مسکراہٹ سے ہی قتل کر دیتے ہیں۔[۴۲]

شیخ کا خاصّہ یہ تھا کہ نصوص شرعیہ سے ہٹ کر کوئی بات نہ کرتے۔ عمر کے آخری حصّے میں انھوں نے مناظرہ کرنا بالکل ترک کر دیا تھا۔ تاہم اس بات کا اشارہ ہم کو نہیں ملتا کہ شیخ مُوفق کے حریف کون لوگ ہوتے تھے۔ آیا اسلام سے تعلق رکھنے والے فرقے یا دیگر اہل مذاہب۔ اس کے علاوہ اس بات کی نشاندہی بھی نہیں ہوئی کہ خاص طور پر کن موضوعات پر مناظرے ہوتے تھے۔

شیخ مُوفق بحیثیت شاعر

شیخ مُوفق نے صرف علمی و تحقیقی کاوشوں کو ہی پیش نہیں کیا بلکہ انھوں نے عربی زبان میں عمدہ شاعری بھی کی۔ ان کی شاعری کے جو نمونے ملتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے زیادہ تر زاہدانہ شاعری کی۔ ان میں فکر آخرت، موت کی یاد، دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ ملتا ہے۔ کچھ اشعار حکمت و فلسفہ سے متعلق بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مشکلات لغت پر بھی ایک طویل قصیدہ کہا تھا۔[۴۳]

موت اور انسان کی بے فکری پر کہتے ہیں:

أتغفل یا ابن احمد والمنایا — شوارع یخترمنك عن قریب

أغرك أن تخطتك الرزایا — فكم للموت من سهم مصیب

(ترجمہ) اے ابن احمد (شاعر کی اپنی ذات) تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو؟ ... جبکہ موت

مستقل گردش میں ہے اور عنقریب تم کو بھی ہلاک کرنے والی ہے۔ (۲) کیا تم اس دھوکے میں ہو کہ تم مصیبتوں سے محفوظ ہو (تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) موت کے ایسے بے شمار تیر ہیں جن کا نشانہ خطا نہیں ہوتا۔

اسی موضوع سے متعلق دوسرے اشعار:

کئوس الموت دائرۃ علینا — وما للمرء بدٌّ من نصیب
إلی کم تجعل التسویف دابا — أما یکفیك انذار المشیب
أما یکفیك انك كلّ حین — تمرّ بغیر خل أو حبیب
كانك قد لحقت بهم قریبا — ولا یغنیك افراط النجیب[۳۷]

(ترجمہ) (۱) موت کے جام مستقل گردش میں ہیں اور آدمی کو اپنے مقدر سے کہیں فرار نہیں (۲) تم کب تک ٹال مٹول کی عادت ڈالے رہو گے؟ کیا تمہارے لیے بڑھاپے کی وارننگ کافی نہیں ہے؟ (۳) کیا تمہارے متنبہ ہونے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارے دوست و احباب ہر لمحہ تم سے جدا ہو رہے ہیں۔ (۴) تم بھی جلد ہی ان سے (جا ملو گے) اور تمہاری خاندانی شرافت تم کو کوئی فائدہ نہ دیگی۔

ابن الجوزی کے مطابق شیخ مؤفق نے خود ان کو اپنے یہ اشعار سنائے تھے:

أبعد بیاض الشعر اعمر مسکنا — سوی القبر انی إن فعلتُ لاحمق
یخبّرنی شیبی بانی میتٌ — وشیكاً فینعانی الیّ ویصدقُ
یخرّق عمری كلُّ یوم ولیلةٍ — فهل مستطیع رفو ما یتخرق
كأنی بجسمی فوق نعشی ممددًا — فمِن ساكتٍ أو معولٍ یتحرّق
اذا سئلوا عنی اجابوا وعولوا — وأدمعهم تنهلّ هذا الموفق
وغیّبتُ فی صدعٍ من الارض ضیقٍ — وأودعت لحدًا فوق الصخر مطبق
ویحثو علیّ الترب أوثق صاحبٍ — ویسلمنی للقبر من هو مشفق
فیا ربُّ کن لی مؤنسا یوم وحشتی — فانی بما انزلته لمصدّق
وما ضرّنی انی الی الله سائرٌ — ومن هو من اهلی ابرّ وارفق[۳۸]

(ترجمہ) (۱) کیا بالوں کی سفیدی کے باوجود قبر کے علاوہ میں کوئی اور قیام گاہ تعمیر کروں اگر میں ایسا کرتا ہوں تو میں بڑا نادان ہوں (۲) میرا بڑھاپا مجھے احساس دلاتا ہے کہ میں

لب بام ہوں۔ وہ مجھے میری موت کی اطلاع دیتا ہے اور اس معاملہ میں وہ سچا ہے (۳) شب و روز کی گردش میری عمر کو چاک چاک کرتی جارہی ہے کیا کوئی اس چاک کو رفو کرسکتا ہے؟ (۴) میری نعش پڑی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ خاموش ہیں اور کچھ واویلا مچا رہے ہیں۔ لیکن سب غم سے نڈھال ہیں۔ (۵) جب ان سے میرے بارے میں کچھ پوچھا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں پھر دھاڑیں مار کر رو دیتے لگتے ہیں اور ان کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے۔ (۶) پھر میں زمین کی تنگ سی دراڑ میں چھپا دیا گیا ہوں اور میری لحد کو پتھر کی سل سے ڈھک دیا گیا ہے۔ (۷) مجھ پر میرے قابل اعتماد دوست مٹی ڈال رہے ہیں اور میرے مشفقین ہی مجھے قبر کے سپرد کر رہے ہیں (۸) اے میرے رب میری وحشت کے دن تو میرا مونس و غمگسار بن جا اس لیے کہ جو کچھ تو نے نازل کیا ہے (قرآن) میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ (۹) مجھے غم نہیں کہ میں خدا کی بارگاہ میں جا رہا ہوں اور میرے پسماندگان بہت ہی نیک اور نرم مزاج ہیں۔

حواشی و مصادر

۱؎ تقریباً سبھی تذکرہ نویسوں نے ان کا سلسلۂ نسب صرف مقدام بن نصر تک ہی بیان کیا ہے۔ اس کے بعد سے حضرت عمر بن الخطاب تک کا نسب بدر الدین الخطیب نے مقدمۃ المقنع (لابن قدامہ): مکتبہ ریاض الحدیثہ: ۔ میں بیان کیا ہے۔ تغری بردی کی النجوم الزاہرہ اور ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ میں محمد اور ابن قدامہ کے درمیان احمد کا ذکر نہیں ہے

۲؎ جماعیل: فلسطین کے قصبہ نابلس کی پہاڑیوں میں واقع ایک کنویں کا نام ہے اس کے آس پاس کا علاقہ اسی نام سے مشہور ہوا۔ بیت المقدس سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یاقوت: معجم البلدان: دار صادر بیروت ۱۹۵۶: ج ۲ ص ۱۵۹۔ صفی الدین عبدالحق بغدادی: مراصد الاطلاع: دار احیاء الکتب العربیہ عیسی البابی والحلبی وشرکاؤہ: ۱۹۵۴: ج ۱ ص ۳۴۵

۳؎ ابن الجوزی: مرآۃ الزمان: دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد: : ج ۸ ص ۶۲۸

بغدادی: ہدیۃ العارفین: استانبول: ۱۹۵۱: ج ۱ ص ۴۵۹

۴؎ ابن العماد: شذرات الذہب: دار الکتب العلمیہ بیروت: سن غیر مذکور: ج ۵ : ص ۸۸

۵ے صالحیہ : دمشق کا ایک بڑا گاؤں جس میں بہت سے بازار اور مساجد ہیں۔ جبل قاسیون جو دمشق پر چھایا ہوا ہے کی ڈھلان پر یہ گاؤں آباد ہے۔ اس کے اکثر باشندے بیت المقدس اور اس کے نواح سے آئے ہوئے لوگ ہیں۔ جو وہاں سے ہجرت کر کے یہاں آ کر بس گئے۔ ان میں سے اکثر حنبلی المسلک ہیں۔ یاقوت کا کہنا ہے کہ وہاں پر بہت سے صالحین کی قبریں ہیں اور صالحین کی ایک جماعت ہمیشہ وہاں پر موجود رہتی ہے۔ اس کے علاوہ صالحیہ نام کے دو اور علاقے ہیں۔ ایک ارض الجزیرہ میں دوسرے بغداد میں۔ یاقوت : معجم البلدان : ج ۳ : ص ۳۸۰۔ صفی الدین : مراصد الاطلاع : ج ۲ ص ۸۴۳

۶ے جبل قاسیون : " Mountcasius " پہاڑ جو دمشق پر (شمال کی جانب) سایہ فگن ہے۔ اس میں بہت سے غار ہیں جن میں سے بعض کے اندر انبیاء علیہم السلام کی یادگاریں اور بعض میں بزرگان صالحین کی قبریں ہیں۔ صاحب مراصد نے لکھا ہے: آج کل قاسیون دمشق کا ایک بڑا محلہ ہو گیا ہے جس کی آبادی پہاڑ کے دامن تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں بہت سے مقابر و مدارس نظر آتے ہیں۔ نواح میں دو مسجدیں ہیں جہاں پر جمعہ ہوتا ہے۔ نیز ایک ہسپتال اور ایک منڈی بھی ہے۔ سب سے اول جو لوگ یہاں آ کر بسے وہ بیت المقدس کے باشندے تھے کہ صلاح الدین کے زمانے سے پہلے فرنگیوں نے اس شہر پر قبضہ کیا تو یہ وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور یہاں آ کر رہنے سہنے لگے۔ پھر اور لوگوں نے بھی ان کی تقلید کی۔ اسی جبل قاسیون میں مغارۃ الدم نامی غار ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کا خون یہاں بہایا۔ ایک نشان خون کا سا بنا ہوا ہے جسے لوگ ہابیل کا خون بتاتے ہیں جو خشک ہو گیا ہے لیکن اس کا دھبہ آج تک موجود ہے۔ ایک پتھر بھی ہے جسے کسی آدمی نے اٹھا کے پھینکا ہو اور لوگوں کا بیان ہے کہ اسی سے قابیل نے بھائی کا سر پھاڑا۔ مغارۃ الجوع بھی اسی پہاڑ کا ایک غار ہے جہاں چالیس پیغمبر بھوک سے واصل بحق ہوئے۔ یاقوت: معجم البلدان : ۴ ص ۶۲۱ ، مراصد الاطلاع : ۳ ص ۱۰۸۷

۷ے ابن الجوزی: مراۃ الزمان : ج ۸ ص ۶۲۷۔ زرکلی: الاعلام : دار العلم للملایین بیروت ۱۹۹۴ء ج ۴ ص ۱۶۷

۸ے ابن الجوزی : مراۃ الزمان: ج ۸ ص ۶۲۷۔

۹ے ابن کثیر : البدایہ والنہایۃ : مطبع السعادہ : ج ۱۳ ص ۱۰ الکتبی فوات الوفیات : مطبع السعادہ مصر ص ۴۳۳

۱۰ے بدر الدین خطیب : مقدمۃ المقنع (ابن قدامہ) ص ۱۰ ۱۱ے ایضاً۔

۱۲ھ ابن العماد : شذرات ، ج ۵ ص ۸۸

۱۳ھ ابن الجوزی : مراۃ الزمان : ۸ ص ۶۲۸

۱۴ھ ذہبی : سیر اعلام النبلاء : مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت : ۱۹۹۰ء، ج ۲۲ ص ۱۶۷

۱۵ھ عبدالقادر بدران : مقدمۃ المغنی (لابن قدامہ : مطبع المنار : مصر

۱۶ھ بدرالدین الخطیب : مقدمۃ المقنع (لابن قدامہ) ص ۷

۱۷ھ ابن الجوزی : مراۃ الزمان : ۸ ص ۶۲۸

۱۸ھ ابن کثیر : البدایہ والنہایۃ : ۱۳ ص ۱۰۰

۱۹ھ ایضاً ۲۰ھ ایضاً

۲۱ھ بدرالدین الخطیب : مقدمۃ المقنع ص ۹

۲۲ھ ابن شاکر الکتبی : فوات الوفیات : مطبعہ السعادہ بمصر سن غیر مذکور : ج ۱ ص ۳۳۴۔
تغری بردی : النجوم الزاہرہ : مطبع دار الکتب المصریہ : ۱۹۳۶ ، ۶ ص ۲۵۶، یاقوت معجم البلدان : ۲ ص ۱۱۱

۲۳ھ ذہبی : تاریخ دول الاسلام : دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۳۷ھ ج ۲ ص ۹۴

۲۴ھ ابن العماد : شذرات ، ۵ ص ۶۲۹

۲۵ھ ابن الجوزی : مراۃ الزمان : ۸ : ۶۲۹ ۲۶ھ ایضا

۲۷ھ بدرالدین الخطیب : مقدمۃ المقنع : ص ۱۲

۲۸ھ ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲۲ ص ۱۶۸

۲۹ھ بدرالدین الخطیب : مقدمۃ المقنع ص ۱۰

۳۰ھ ابن العماد : شذرات ، ۵ ص ۹۱ ۔ عزالدین عبدالسلام شافعی کے بارے میں دیکھئے سیوطی :
نظم العقیان فی اعیان الاعیان : مطبع سوریہ امریکیہ : ۱۹۲۷ء ، ص ۱۲۹

۳۱ھ بدرالدین الخطیب : مقدمۃ المقنع : ص ۱۱

۳۲ھ ابن العماد : شذرات : ۵ ص ۹۱ ۳۳ھ ایضاً

۳۴ھ ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲۲ ص ۱۶۹

۳۵ھ عبدالقادر بدران : مقدمۃ المغنی ، مطبع المنار مصر

۳۶ھ ایضاً ۳۷ھ ایضاً

۳۸ھ ابن الجوزی : مراۃ الزمان : ۸ ص ۶۳۰ ، ابن کثیر : البدایہ والنہایۃ : ۱۳ ص ۱۰۰